Safeeneh
A Research Journal of Persian
Language, Literature and Culture
No 13, 2015 pp 199-210

سفینه
مجلهٔ تحقیقی در زمینهٔ زبان ، ادبیات و فرهنگ فارسی
شمارهٔ ۱۳ ، ۲۰۱۵ میلادی ، صص ۱۹۹-۲۱۰

تکتم توسلی

(جدید ایرانی ناول کا درخشندہ ستارہ)

دکتر محمد اطهر مسعود

عضو هیأت علمی گروه فارسی، دانشکدهٔ خاور شناسی

دانشگاه پنجاب لاهور، پاکستان

چکیده :

در طول تاریخ صد و اندك سال رمان نویسی فارسی ، سهم رمان نویسان زن به ویژه شناخته نشده است . پس از انتشار "سووشون" بقلم سیمین دانشور در سال ۱۹۶۹ میلادی ، چندین نویسندهٔ زن در ایران به رمان نویسی پرداختند . در نتیجه منیرو روانی پور مؤلف "اهل غرق" و "دل فولاد" بعنوان بهترین رمان نویس زن در ربع آخر قرن بیستم میلادی شناخته شده است . با آغاز قرن بیست و یکم میلادی نویسنگان بیشتر زن به رمان نویسی اعتنا کردند . مقالهٔ زیر نظر نگاه انتقادی به آثار تکتم توسلی ، یکی از نمایان ترین رمان نویسان معاصر ایران ، می باشد .

واژه های کلیدی: رمان نویسی ، جامعه ، جنگ ، نثر فارسی معاصر

تقریباً سوا سو برس پر محیط ایرانی ناول کی قابل قدر روایت کو بعض محققین نے پانچ اور بعض نے تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) زمانی اعتبار سے اس تقسیم میں اہم ترین موڑ ناول نگاری کے میدان میں خواتین کا قدم رکھنا ہے۔ ۱۹۶۹ء میں شایع ہونے والا سیمین دانشور (۱۹۲۱۔۲۰۱۲ء) کا ناول سووشون کسی ایرانی خاتون کا پہلا ناول ہے جسے عالمی سطح پر پذیرائی حاصل ہوئی۔ اگر چہ ان کی جونیئر معاصرین میں غزالہ علی زادہ، شہرنوش پارسی پور، فرشتہ ساری، مہناز کریمی، فریدہ گل بو، مہناز شہاب، فتانہ حاج سید جوادی، سپیدہ شاملو اور خاطرہ حجازی وغیرہ کے نام شامل ہیں تاہم انقلاب ایران (۱۹۷۹ء) کے بعد سامنے آنے والی خواتین ناول نگاروں میں اہم ترین منیرو روانی پور (پ: ۱۹۵۲ء) ہیں جن کے ناول اهل غرق اور دل فولاد اپنے موضوع اور تکنیک دونوں کے اعتبار سے جائز تعریف کے حقدار قرار پاتے ہیں۔

اکیسویں صدی کے آغاز سے اب تک فارسی فکشن کے حوالے سے نمایاں ہونے والے ناموں میں ایک نام تکتم توسلی کا ہے۔ اب تک ان کے دو ناول تارک (پہلی اشاعت: ۲۰۰۴ء) اور اینجا همه چیز مؤقتی است (پہلی اشاعت: ۲۰۱۳ء) اور ایک افسانوی مجموعہ تو باشی و من (پہلی اشاعت: ۲۰۰۷ء) شایع ہو چکے ہیں۔

۱۱ جون ۱۹۷۸ء کو تہران میں پیدا ہونے والی تکتم توسلی نے ابتدائی تعلیم شہر کے مختلف سکولوں میں حاصل کی۔ ایک انٹرویو میں اپنے حالات زندگی کے بارے میں انھوں نے بتایا:

> ''میرا بچپن اس دور کے دیگر بچوں کی طرح ایران عراق جنگ کی ہولناکیوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے گزرا۔ شاید اسی باعث میں جنگ اور اس سے متعلقہ (سماجی و معاشرتی) مسایل پر لکھنا زیادہ پسند کرتی ہوں۔ انٹرمیڈیٹ کے لیے مضامین کا انتخاب کرتے ہوئے میں نے اپنے اساتذہ کے مشورے پر ادبیات اور علوم انسانی کے مضامین کو ترجیح دی۔ مجھے شروع ہی سے نثر کے مختلف اسالیب سے گہری دلچسپی تھی جس کی بنا پر بچپن ہی میں مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ مجھ میں بھی لکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔'' (۲)

ہائر سیکنڈری لیول ختم کرنے کے بعد تکتم توسلی نے دانشگاہ آزاد اسلامی (تہران) سے بچوں کی نفسیات کے مضمون میں گریجو ایشن کیا۔ اس دوران لکھنے کا شغل جاری رہا جس کا ثمر ان کے پہلے ناول تـــــارک کی صورت میں سامنے آیا۔مصنفہ کے اپنے بقول انھوں نے اس ناول کو اشاعت کے لیے دینے سے پہلے متعدد بار لکھا تاہم اس کے شایع ہونے پر اپنی کاوش سے مطمئن نہ ہوئیں اور تخلیقی نثر نگاری کے ہنر میں مہارت حاصل کرنے کے لیے فکشن رائٹنگ کے کورسز میں باقاعدہ داخلہ لیا۔چار برس تک ان کلاسز میں شرکت کے بعد ان کی تحریریں ملکی سطح پر ہونے والے ادبی مقابلوں مثلاً ''جشنوارۂ داستان مقدس'' اور''جشنوارۂ مسافرِ ری'' وغیرہ میں انعام کی حقدار قرار پائیں۔

تکتم توسلی کا پہلا ناول تـــــارک ایران عراق جنگ کے ایرانی معاشرے پر ہونے والے اثرات کے حوالے سے ہے ۔ انقلاب ایران (۱۹۷۹ء) کے فوراً بعد شروع ہو کر آٹھ برس تک جاری رہنے والی اس جنگ نے ایرانی معاشرے کے مختلف پہلوؤں پر دیر پا اثرات چھوڑے ۔ملکی و بین الاقوامی سیاست اور اقتصادیات کے ساتھ ساتھ معاشرے کے مختلف طبقوں پر ہونے والے اثرات بھی اپنی جگہ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ تـارک تہران کی ایک ایسی ہی لوئر مڈل کلاس فیملی کی کہانی پر مبنی ہے جس کو وطن کی حفاظت کے لیے سرحدوں پر جائے بغیر ہی جنگ کے نتیجے میں جذباتی ، مالی اور معاشرتی زخم سہنا پڑے ۔

تـارک تحریر کرتے ہوئے مصنفہ نے فلیش بیک تکنیک اپنائی ہے۔ ناول کا مرکزی کردار لیلیٰ ایک نوجوان لڑکی ہے ۔ ناول کا نصف اول گن پوائنٹ پر گزرنے والے چندلمحوں (جن کا ذکر بعد میں آئے گا) میں اس کی پچھلی تمام زندگی کو ایک فلم کی طرح پردۂ سکرین پر دکھاتا ہے جب کہ نصف دوم میں یہی مرکزی کردار مختلف نوعیت کے واقعات سے گزرتا ہے جن پر جذباتی اثر غالب ہے۔ ناول کا آغاز عراق کی سرحد کے اس پار بس کے سفر سے ہوتا ہے۔ غیر قانونی طور پر ایرانی سرحد عبور کرنے کے بعد لیلیٰ ایک بس میں سوار ہے جو ایک چیک پوسٹ پر رکی ہوئی ہے اور سیکورٹی اہلکار بس میں موجود مسافروں کی جانچ پڑتال کر رہے ہیں ۔ پکڑے جانے کے خوف میں مبتلا لیلیٰ کو

اس کے ساتھ بیٹھا مسافر بہرا بن جانے کا مشورہ دیتا ہے۔ چیکنگ پر مامور اہلکار اپنا شک دور کرنے کے لیے لیلیٰ کی کنپٹی پر پستول رکھ کر اس سے تفصیلات جاننے کی کوشش کرتا ہے جب کہ وہ بہرے پن کی ایکٹنگ کرتے ہوئے یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں سن پا رہی۔ انہی چند لمحوں میں لیلیٰ کی پچھلی تمام زندگی اس کی نگاہوں کے سامنے فلم کی طرح گھوم جاتی ہے۔

لیلیٰ تہران کے قدیم محلے میں مقیم ایک غریب خاندان کی سب سے چھوٹی بچی ہے۔ اس کا باپ حاج رضا پھل فروش اپنی شرافت اور دیانت کی بنا پر محلے بھر میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حاج رضا کی بیوی عزیز ایک قدامت پسند اور سخت مزاج عورت ہے۔ لیلیٰ کے علاوہ حاج رضا اور عزیز کے دو اور بچے نرگس اور عباس بھی ہیں۔ نرگس دمے کی مریضہ جب کہ عباس منشیات کا عادی ہے جس کی اس عادت سے گھر کے افراد بھی بے خبر ہیں۔

تہران پر بمباری کے باعث عوام شدید خوف و ہراس کا شکار ہیں۔ ایک رات مسجد سے واپس آتے ہوئے حاج رضا کی نظر گلی کی نکڑ پر سوئے ہوئے ایک اجنبی شخص پر پڑتی ہے۔ حاج رضا کے ساتھ چلتے ہوئے محلے دار اجنبی سے بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کردستانی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں جانتا۔ شوان نامی اس شخص کا خاندان اربیل (کردستان) کے علاقے پر بمباری کے نتیجے میں تباہ ہو گیا تھا اور وہ غیر قانونی طور پر ایران میں پناہ ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ حاج رضا اس پر ترس کھا کر نہ صرف نزدیکی امام زادہ (۳) کے خادم کے پاس اس کے رہنے کا انتظام کرتا ہے بلکہ یہ جان کر کہ شوان بال کاٹنا جانتا ہے، اُسے محلے کے حجام کے پاس ملازمت بھی دلوا دیتا ہے۔ حاج رضا کی خدا ترسی اور بھل منساہٹ کے کے نتیجے میں شوان کا اُس گھر آنا جانا شروع ہو جاتا ہے اور یوں وہ پہلی نظر میں ہی نرگس کو دل دے بیٹھتا ہے۔ حاج رضا اس نئی صورتحال کا بہت برا مناتا ہے لیکن شوان جو اپنی فطری چالاکی کی بنا پر عباس کے نشئی ہونے کا راز جان چکا ہے، اُسے بلیک میل کرتا ہے کہ اگر اُس نے اپنے والد کو نرگس کی شادی شوان سے کرنے پر راضی نہ کیا تو وہ اُس کے نشئی ہونے کا راز فاش کر دے گا۔ نتیجۃً عباس چند اہل محلّہ کو ساتھ ملا کر اپنے والد کو اس شادی کے لیے رضا مند کر لیتا ہے۔ نرگس اور شوان کے ہاں پیدا

ہونے الے بچے کا نام اوین رکھا جاتا ہے۔

ایران عراق جنگ ختم ہونے کے کچھ عرصہ بعد عراق کی جانب سے کویت پر حملہ ہوتے ہی اربیل میں زندگی معمول پر آنے کی خبریں ملنا شروع ہوتی ہیں۔شوان واپس اربیل جا کر اپنے قصبے میں از سرنو زندگی شروع کرنے کا ارادہ ظاہر کرتا ہے ۔ ناول کی کہانی میں یہ ایک اہم موڑ ہے جہاں معلوم ہوتا ہے کہ شوان پہلے سے شادی شدہ اور دو بچیوں کا باپ ہے ! نرگس سے شادی کا اصل مقصد اولادِ نرینہ کی خواہش تھی جو پوری ہوگئی اور اب وہ اوین کو اپنے ہمراہ اربیل لے جانے پر مصر ہے ۔ حاج رضا کی فیملی سے تلخ کلامی اور مزاحمت کا سامنا کرنے کے باوجود شوان ایک رات اوین کے ساتھ تہران سے چلا جاتا ہے ۔ لیلیٰ اپنی بہن نرگس کو بیٹے کی جدائی میں مرتے ہوئے دیکھتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد حاج رضا بھی دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے ۔ بیٹی اور خاوند کے غم میں عزیز بھی بستر سے لگ جاتی ہے جب کہ عباس باپ کی جمع پونجی نشے میں پھونک ڈالتا ہے ۔ ماں کے مستقل طور پر سینی ٹوریم منتقل ہوجانے پر لیلیٰ تنہا رہ جاتی ہے ۔

اپنی دانست میں نرگس کی روح کو آرام پہنچانے کے لیے لیلیٰ اپنے خاندان کی واحد نشانی اوین کو اپس تہران لانے کا ارادہ کرتی ہے اور شوان کا نامکمل ایڈریس ہاتھ میں لیے کسی نہ کسی طرح سرحد پار کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے ۔ اُس کے بہرے پن کی تصدیق کے لیے سیکورٹی اہلکار اپنا پستول اس کے کان کے بالکل نزدیک رکھ کر فائر کرتا ہے لیکن لیلیٰ خوف اور دہشت کے مارے ذرا بھی نہیں ہلتی۔ اہلکار اُسے مکمل طور پر بہرا سمجھ کر جانے دیتا ہے ۔

اربیل میں شوان اور اوین کو تلاش کرتے ہوئے لیلیٰ کئی بار مشکلات کا شکار ہوتی ہے لیکن ہیوا نامی لڑکا ہر بار اس کی مدد کرتا ہے ۔ اس دوران لیلیٰ کچھ روز کے لیے اتفاقاً ایک ایسی بوڑھی عورت کے ہاں پناہ لیتی ہے جس کے بچے جنگ میں مارے جا چکے ہیں ۔لیلیٰ سے ہونے والی باتوں کے دوران اس بوڑھی عورت کی زبانی جنگ کے خلاف جذبات کا اظہار ناول کا اہم حصہ ہے۔

بالآخر لیلیٰ اربیل پہنچ کر اوین کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جاتی ہے لیکن وہ اپنی سگی خالہ کو نہیں پہچان پاتا ،حتیٰ کہ اپنی مادری زبان بھی بھول چکا ہے ۔لیلیٰ کے لیے یہ صورتحال بڑی تکلیف

دہ ہے۔ وہ جنگ کو اپنے گھر کی تباہی کا باعث گردانتے ہوئے واپسی کا ارادہ کرتی ہے اور . . . . اربیل سے باہر آتے ہوئے ایک بار پھر اس کی ملاقات ہیوا سے ہو جاتی ہے۔

تکتم توسلی کا دوسرا ناول اینجا همه چیز مؤقتی است ایک ایسی جوان مطلقہ کی سر گذشت ہے جو اپنے خاوند اور بچے سے الگ ہونے کے بعد اپنے بھائی کے ہاں رہتے ہوئے متعدد مشکلات کا سامنا کرتی ہے۔ یہ جوان مطلقہ جو ناول کا مرکزی کردار (یا ہیروئن کہہ لیں) ہونے کے ساتھ ساتھ راویہ بھی ہے، ازدواجی زندگی ختم ہونے پر پہلے اپنے والد کے گھر رہنا شروع کرتی ہے تاہم جلد ہی والد کے رویے سے دل برداشتہ ہو کر اپنے بھائی محمود کے گھر منتقل ہو جاتی ہے۔ محمود ایک بڑے شہر میں درمیانے درجے کے اپارٹمنٹ میں اپنی فیملی کے ساتھ رہ رہا ہے جو تیس مربع میٹر کا مختصر سا کمرہ بہن کو دے دیتا ہے۔ طلاق لینے کے بعد بھی مختلف سماجی مشکلات کی بنا پر ہیروئن کی اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی خواہش پوری نہیں ہو پاتی اور اس کی مایوسی میں روز بہ روز اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

ناول کا آغاز ایک دلچسپ جملے سے ہوتا ہے: ''میں ایک گریپ فروٹ ہوں!'' راویہ اپنے آپ کو ایک گریپ فروٹ کی صورت میں مجسم دیکھتی ہے جو دیکھنے والوں کے لیے انتہائی رسیلا اور پرکشش سہی مگر اپنی ذات کے لیے کوئی خاص فائدہ مند نہیں۔ اردگرد کے لوگوں کی چبھتی نگاہیں اس کے لیے بڑی تکلیف دہ ہیں۔ اپنے شوہر مہرداد اور چھ سالہ بیٹے شہاب سے جدائی کے بعد ایک مطلقہ عورت کی حیثیت سے زندگی گزارنا اس کے لیے انتہائی مشکل ہے۔

مصنف نے ایران کے موجودہ معاشرتی حالات میں ایک مطلقہ عورت کو اپنے ناول کے مرکزی کردار کے طور پر پیش کر کے ایسی تمام عورتوں کے مسایل اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جو کسی نہ کسی وجہ کے باعث تنہا زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ ایران کے ممتاز معاصر نقاد کاوہ فولادی نسب کی رائے میں

> ''یہ ناول بظاہر واحد متکلم یعنی 'میں' کی زبانی ہے لیکن درحقیقت 'میں' نہیں بلکہ 'ہم' یعنی ہمارے شہری معاشرے کی کہانی بیان کرتا ہے۔''(۴)

اگرچہ اس ناول کی ہیروئن مختلف النوع مسایل اور مشکلات کا سامنا کرنے کے باوجود کسی بڑے نقصان سے محفوظ رہتی ہے تاہم ایک مشرقی معاشرے کے حوالے سے بات کرتے ہوئے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ اس طرح کی صورتحال سے دو چار خواتین کو کیسے کیسے نقصان اٹھانا پڑتے ہیں۔

ناول کا آغاز مثبت انداز میں ہوتا ہے۔ ایک مرکزی (راویہ) اور چند ضمنی کردار اپنی اپنی مشکلات کے ہمراہ سامنے آتے ہیں۔ راویہ کا سابقہ شوہر مہر داد ایک منفی کردار کے طور پر پیش ہوا ہے جسے وہ اپنی تمام مشکلات کی اصل وجہ قرار دیتی ہے۔ ناول میں مہر داد کا ذکر باقی کرداروں کی نسبت خاصا کم ہے ۔راویہ کو مہر داد صرف اس وقت یاد آتا ہے جب وہ ایک مطلقہ کی حیثیت سے اپنی گذشتہ ازدواجی زندگی کی تلخ یادوں کو کرید رہی ہوتی ہے ۔ مہر داد کی زندگی مکمل طور پر مادیت پسندی سے عبارت ہے؛ راویہ سے اس کی شادی کی وجہ دراصل اس کے باپ کی دولت تھی جسے بعد ازاں نہ پا سکنے پر بیوی اور سسرال سے اس کے تعلقات کشیدہ ہوتے گئے اور یہ صورتحال بالآخر طلاق پر منتج ہوئی۔

راویہ کا والد بھی ناول کا منفی کردار ہے۔ وہ شروع ہی سے اپنی بیٹی کی مہر داد سے شادی کا مخالف تھا ۔ اس کی دور بین آنکھوں نے بھانپ لیا تھا کہ مہر داد کی نظر اس کی دولت پر ہے ۔ آخر کار اس کا اندازہ درست ثابت ہوا ۔محمود ، بہن کے ساتھ اچھے برتاؤ کی بنیاد پر ، ابتدا میں مثبت کردار کے طور پر سامنے آتا ہے لیکن اپنی بیوی سے ہونے والی گفتگو ، جسے راویہ اتفاقیہ طور پر سن لیتی ہے ، کے نتیجے میں منفی رنگ اختیار کر لیتا ہے ۔ یہ گفتگو سن کر ناول کے مرکزی کردار کو پہنچنے والی جذباتی تکلیف ناول کا اہم نکتہ ہے۔ اسی دوران راویہ کی اپنے بیٹے شہاب سے دس برس بعد اتفاقیہ ملاقات ہو جاتی ہے لیکن وہ بھی تھوڑی ہی دیر ماں کے ساتھ رہنے کے بعد اسے چھوڑ جاتا ہے ۔

ناول میں مذکور منفی سوچ اور رویوں کے حامل مذکر کرداروں کے زیادہ ذکر پر فرحناز علی زادہ کی رائے بڑی متوازن ہے ۔ وہ کہتی ہیں :

''اگر چہ اس ناول کے تمام مذکر کردار (باپ ، بھائی ، پہلا اور دوسرا شوہر حتیٰ کہ

> بیٹا بھی) منفی رنگ لیے ہوئے ہیں اور جو عورت کو ایک احمق مخلوق سمجھتے ہوئے اس سے سوء استفادہ کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، تاہم اس ناول کو فیمنسٹ ادب میں شمار کرنا مناسب نہیں کیونکہ فیمنسٹ ادب میں عورت کی شخصیت عموماً ایسی مطیع اور فرمانبردار نہیں ہوتی جیسی کہ یہاں پیش کی گئی ہے۔''(۵)

راویہ کی ایک سہیلی نازی ناول کا دوسرا ہم کردار ہے جس کے ساتھ وہ خود کو پیش آنے والی تمام مشکلات بڑی راز داری سے شیئر کرتی ہے۔ بالخصوص دوسری شادی کے موضوع پر ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو بڑی دلچسپ ہے۔

آخر کار راویہ ایک ادھیڑ عمر کنوارے فرجام کی طرف سے شادی کی پیش کش کا مثبت جواب دے دیتی ہے۔لیکن وہ بھی ''موَقتی'' یعنی وقتی طور پر ساتھ نبھانے کا خواہشمند ہے۔ یوں راویہ خود پر تمام راستے بند پا کر گہرے غم و اندوہ کا شکار ہو جاتی ہے۔ ناول کے عنوان کی صحیح معنویت آخری صفحات میں کھل کر سامنے آتی ہے جس میں انسانی زندگی سے وابستہ ہر رشتے کی بے ثباتی کو بیان کرتے ہوئے یہ رائے قایم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ انسانی زندگی میں ثبات محض ایک بصری دھوکا ہے۔ ناول کا اختتام بھی مجموعی فضا کی طرح غمگین ہے۔آخری سطور اس کیفیت کی بہترین عکاس ہیں:

> فرجام آگے بڑھ کر نکاح رجسٹرار کے کان میں کوئی بات کہتا ہے جسے میں نہیں سن پاتی۔ رجسٹرار سر اُٹھا کر میری طرف دیکھتا ہے:
>
> ''کیا آپ تیار ہیں؟''
>
> میں ہاں کہتے ہوئے شناختی کارڈ نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالتی ہوں لیکن وہ میرا انتظار نہیں کرتا۔ پرسکوت کمرے میں عربی جملوں کی آوازیں گونجنے لگتی ہیں۔
>
> میں نے کہا:''ہاں، بسم اللہ کیجیے . . . سب بزرگوں کی اجازت سے!''
>
> مہرداد بلند آواز سے بولا: ''پلیز آؤ اور دستخط کر کے میری زندگی کو حسین بنا دو . . . آج سے یہ خاتون میری اہلیہ ہیں!''

میں نے اس کے کوٹ کا کالر پکڑ کر کھینچا: ''بری بات . . . . کچھ میری ہی عزت کا خیال کرو!''

بابا نے اپنا سر اوپر اُٹھا کر چند بار ہلایا۔

فرجام مجھے آگے بلا رہا ہے ۔ بال پوائنٹ میرے سامنے رکھتے ہوئے بڑا رجسٹر میری طرف گھماتا ہے ۔ صفحے کے اوپر لکھا ہے : ''محدود مدت کی شادیوں کے لیے۔'' میں پڑھنا شروع کرتی ہوں۔ میری نگاہیں مدت کے خانے میں لکھے لفظ ''ایک سال'' سے آگے نہیں جا پاتیں ۔ میں ایک بار پھر رجسٹر کو غور سے دیکھتی ہوں ۔ فرجام میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگتا ہے :

''گھبراؤ نہیں ! کچھ عرصہ اکٹھے رہ لیتے ہیں ،ایک دو ماہ بعد مستقل نکاح کر لیں گے ۔''

میں ایک بار پھر رجسٹر اور اس پر کھنچی موٹی سیاہ لائنوں کو دیکھتی ہوں جو ہر خانے کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر رہی ہیں۔ مجھے بالکل احساس نہیں ہوتا کہ اس صفحے پر دستخط کے کیا معنی ہیں؟ میری جیب میں پڑے شناختی کارڈ کا شاید کوئی اور مصرف نہیں۔ فرجام اپنے ہاتھ میز پر رکھتے ہوئے میری جانب دیکھتا ہے :

''مطمئن رہو، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آخر فکر کس بات کا ؟''

یہ وہی جملہ ہے جو میں ہمیشہ خود سے کہتی رہی تھی۔ فرجام بھی میری طرح ہی سوچتا ہے ، یہی کہ میرے پاس کھونے کو ہے ہی کیا ؟ میرا دل بیٹھ رہا ہے ۔ مجھے وہ دن یاد آ رہا ہے جب میں مہرداد سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہی تھی ۔ معلوم نہیں کہ فرجام سے اِس ملاپ اور مہرداد سے اُس جدائی کا آپس میں کیا سمبندھ ہے ؟ سب سے پہلے میں ہی کیوں انجانے میں ماری گئی ہوں۔ میں کھڑکی کی طرف دیکھتی ہوں ۔ پرندے بجلی کی تار سے اڑ کر کہیں دور گم ہو چکے ہیں۔ فرجام بال پوائنٹ کو اپنے ہاتھ میں گھماتا ہے ۔ میں نہیں جانتی یہ بال پوائنٹ میری آیندہ زندگی کا کیا رخ متعین کرنے والا ہے ۔ میں

ایک بار پھر کھڑکی کی طرف دیکھنے لگتی ہوں ۔ چھجے کے کنارے پر بیٹھی ایک چڑیا
کھڑکی کے قریب پڑے روٹی کے ٹکڑے چن رہی تھی ۔
(توسلی، تکتم، اینجا ہمہ چیز موقتی است، ص ص ۱۸۲۔۱۸۴)

تکتم توسلی کے ناولوں کا فنی اور ادبی تجزیہ کرتے ہوئے سب سے پہلے سامنے آنے والی بات صنفی امتیاز ہے ۔ مصنفہ کے دونوں ناولوں کا مرکزی کردار عورت ہے ۔ تـــــارک کا مرکزی کردار غریب گھرانے کی لیلیٰ ایسی غیر شادی شدہ لڑکی ہے جو ابتدائی عمر میں ہی اپنے خاندان کو پیش آنے والے واقعات کی شاہد ہے لیکن کم آمدنی والے خاندان میں نشئی بھائی اور مریضہ بہن کی موجودگی اس کی شخصیت پر منفی اثر ڈالنے کے بجائے خود اعتمادی میں اضافے کا سبب بنتی ہے ۔ کمسن بھانجے کو خاندان کی واحد نشانی سمجھتے ہوئے جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمن ملک میں اسے ڈھونڈنے نکل جانا لیلیٰ کی شخصیت میں بلا کی خود اعتمادی ظاہر کرتا ہے۔

مصنفہ کے دوسرے ناول اینجا همه چیز مؤقتی است کا مرکزی کردار بھی درمیانی عمر کی مطلقہ عورت ہے۔ واحد متکلم کی زبانی بیان شدہ اس ناول کے مرکزی کردار کا نام نہیں بتایا گیا۔ یہ ہیروئن یا راویہ ایک مشرقی معاشرے میں خاوند کے بغیر زندگی گزارنے کا ناکام تجربہ کرنے کے بعد شکست تسلیم کرتے ہوئے بالآخر ایک ادھیڑ عمر شخص سے شادی پر مجبور ہو جاتی ہے ۔ مصنفہ نے نند بھاوج کے روایتی اختلافات کو بھی ناول کی زیریں سطح پر چھوا ہے۔ محمود کی بیوی کے لیے وہ بات ناقابل برداشت ہے کہ اس کی مطلقہ نند اُن کے اپارٹمنٹ کے ایک چھوٹے سے کمرے میں مستقل طور پر رہنے لگے۔ وہ مختلف بہانوں سے اپنے خاوند کو یہ فیصلہ بدلنے پر مجبور کرتی ہے ۔ بالآخر میاں بیوی کی ایسی ہی ایک گفتگو سن کر ہیروئن مشرقی معاشرے میں کسی بھی عورت کے لیے ''اپنے گھر'' کی اہمیت کی قائل ہو جاتی ہے ۔

تکتم توسلی کے ناولوں کا فنی جایزہ ان کے اس میدان میں ''تازہ وارد'' ہونے کے علاوہ کچھ دیگر پہلوؤں کو بھی مد نظر رکھنے کا متقاضی ہے ۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ناول نگاری ایک مشکل فن ہے اور تـــارک کی خاطر خواہ پذیرائی نہ ہونے پر مصنفہ نے اعتراف کیا کہ اُن کا یہ

ناول ایک مشقی تحریر تھی جس کی چند بار باز نویسی کرنے کے باوجود وہ اپنے مطلوبہ معیار کو نہیں چھو سکیں۔ (٦) تاہم اس بات سے عام قاری اور تجزیہ نگار اختلاف نہیں کر سکتے کہ موضوع کے اعتبار سے ان کا پہلا ناول دوسرے سے زیادہ دلچسپ ہے۔ واقعات کا بہاؤ اور بیان انتہائی رواں اور مکالمے برجستہ ہیں۔ کہانی کی بنت اور ابواب کی تقسیم میں بعض مقامات پر جھول کا احساس ہوتا ہے لیکن دلچسپی کا عنصر آخر تک قایم رہتا ہے۔ تارک کے مقابلے میں اینجا ہمہ چیز مؤقتی است نئی طرز کی علامت نگاری کا نمونہ ہونے کے باوجود کہیں کہیں بوریت کا تأثر دینا شروع کر دیتا ہے۔ ''میں ایک گریپ فروٹ ہوں!'' جیسا بے تکلفانہ اور نئی طرز کا اظہار قاری کو فوری طور پر اپنی گرفت میں لے تو لیتا ہے لیکن جلد ہی ایک کردار کو، جو راوی ہونے کے ساتھ ساتھ ناول کا مرکزی کردار بھی ہے، پیش آنے والے واقعات یکسانیت کا تاثر دینے لگتے ہیں۔ ایک مطلقہ عورت کو شناختی کارڈ کے دفتر میں پیش آنے والے متوقع سوالات، کسی دکان پر سٹیشنری یا کھلونے دیکھتے ہوئے اپنے جدا شدہ بچے کا یاد آجانا یا ہمراز سہیلی سے ہر ملاقات پر اب تک پیش آمدہ واقعات کا بیان کوئی ایسی بات نہیں جو مسلسل قاری کو گرفت میں لیے رکھیں۔

زبان کے اعتبار سے توسلی کے دونوں ناول خوب ہیں۔ مختلف کرداروں سے کہلوائے گئے مکالمے طویل ہونے کے بجائے مختصر اور برمحل ہیں۔ روزمرہ کا استعمال قابل تعریف ہے۔ اگرچہ بعض مقامات پر مکالمے کی تراش میں بے ساختگی کی جگہ ''آورد'' کا شائبہ گزرتا ہے لیکن ایسی مثالیں شاذ ہونے کے باعث قابل درگذر ہیں۔

تکتم توسلی کی ناول نگاری پر بات کرنے کے ساتھ ساتھ مناسب ہوگا کہ ان کی افسانہ نگاری پر بھی مختصر نظر ڈال لی جائے۔ تا حال پندرہ افسانوں پر مشتمل ان کا صرف ایک افسانوی مجموعہ تو باشی و من شایع ہو چکا ہے۔ مختلف ویب سائٹس پر سائبر مطبوعات کے طور پر سامنے آنے والی افسانوی تحریریں اس کے علاوہ ہیں۔ تکتم کے افسانوں کی نمایاں ترین خصوصیت اختصار اور مکالموں کی فراوانی ہے۔ ان کے افسانے عموماً تین یا چار صفحات پر مشتمل ہوتے ہیں، شاذ ہی کسی افسانے کی طوالت سات یا آٹھ صفحات تک پہنچتی ہے۔ مکالموں کی مدد سے کہانی کو آگے

بڑھاتے ہوئے یہ افسانے معاصر ایرانی معاشرے میں فیملی لائف کے حوالے سے پائے جانے والے مسایل کی عمدہ عکاسی کرتے ہیں۔ این جا همه چیز مؤقتی است کی بھرپور پذیرائی کے بعد ان دنوں تکتم توسلی اپنے تیسرے ناول پر کام کر رہی ہیں۔

حواشی

۱۔ رک : مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر حوریا یاوری کا انگریزی مقالہ بعنوان ''پرشین ناول'' : www.iranchamber.com/literature/articles/persian_novel.php ؛ نیز دیکھیے: معین نظامی ''جدید ایرانی ناول۔ ایک تعارفی جائزہ'' مقالہ مشمولہ خدا بخش لائبریری جرنل، شمارہ ۱۶۲، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۰ء، ص ۱۳۹ تا ۱۵۴

2.http://jayezeyeadabi.com/index.php?option=com_datsogallery&Itemid=58&func=detail&id=77

۳۔ ایران کے طول و عرض میں امام زادگان کے مزارات بہ کثرت موجود ہیں جہاں مقامی لوگ منتیں مانتے اور نذر نیاز وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ عام بول چال میں اس مزار کو ''امام زادہ'' کہا جاتا ہے۔

4. http://ferdos.farhangsara.ir/tabid/1125/articleid/35825/Default.aspx?

۵۔ ایضاً

6..http://jayezeyeadabi.com/index.php?option=com_datsogallery&Itemid=58&func=detail&id=77

کتابیات:

۔توسلی، تکتم (۱۳۹۲ش) اینجا همه چیز مؤقتی است ، انتشارات ہیلا، تہران

۔ایضاً (۱۳۸۳ش) تارک ، انتشارات فوژان فاخر، تہران

۔ایضاً (۱۳۸۷ش) تو باشی و من ، نشر اشارہ، تہران